بقیۃ السلف مولانا حافظ محمد دین رحمۃ اللہ علیہ

خلوص اور محبت کا پیکر!

محمد یسین ظفر
پرنسپل جامعہ سلفیہ فیصل آباد

اس نفسا نفسی اور خود غرضی کے دور میں جب ہر شخص اپنے مفادات کے لیے دوڑ دھوپ کر رہا ہو۔ ایسے میں کسی ایسی شخصیت سے ملاقات ہو جائے۔ جو سراپا محبت ہو۔ پر خلوص اور بے لوث دعائیں کرنے والا ہو۔ جس کی زبان پر سچائی اور آنکھوں میں شرم وحیا ہو۔ جس کا چہرہ منور ہو۔ اور کشادہ پیشانی سے دل موہ لیتا ہو۔ اپنی گفتار سے دل کے نہاں خانے میں اتر جاتا ہو۔ ہمدردی اور شفقت جس کا نغمہ ہو۔ بلند اخلاق کا مالک ہو تو سوچیے کہ انسان کے کیا احساسات ہونگے۔ جی ہاں۔ اس گئی گزری دنیا میں ابھی بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے یہ عظمت عطا کر رکھی ہے جن کے حسن سلوک سے دنیا کی رونقیں ہیں۔ ان پاکیزہ اور اعلیٰ اوصاف حمیدہ سے مزین لوگوں میں ہمارے پیارے ممدوح جناب حافظ محمد دین رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔

حافظ محمد دین مرحوم سے پہلی ملاقات جامعہ سلفیہ میں ہوئی۔ جب ان کے فرزند ارجمند مولانا عبدالماجد جامعہ میں زیر تعلیم تھے۔ سفید اور کھلا لباس ان کی شرافتِ کی گواہی دے رہا تھا۔ انداز گفتگو میں احترام، محبت اور خلوص نظر آ رہا تھا۔ چاہت اور اپنائیت ایسی جیسے برسوں سے واقف ہوں۔ دین اور دین سے وابستہ لوگوں کے لیے اشک بار آنکھوں کے ساتھ دعائیں ان کا وطیرہ تھا۔ پھر یہ تعلق اس قدر مضبوط ہوا کہ ہفتے میں ایک بار ٹیلی فون پر بات لازمی ہوتی۔ طرفین کی خیریت سے گفتگو کا آغاز ہوتا۔ اور دینی سرگرمیوں میں جامعہ سلفیہ کی تعمیر وترقی موضوع سخن ہوتا۔ اور ڈھیروں دعاؤں پر اس کا اختتام۔

اپنے گاؤں چک نمبر 23 (اہل حدیثاں والہ) میں سالانہ کانفرنس منعقد ہوتی۔ مجھ جیسے طالب علم کو بھی گفتگو کا موقعہ دیتے۔ اور حوصلہ افزائی اور دل رکھنے کے لیے ستائشی کلمات سے نوازتے۔ مکمل احترام سے نوازتے۔ مدتوں یہ سلسلہ جاری رہا۔ حافظ صاحب کی شخصیت اس قدر پر تاثیر تھی۔ کہ ایک مرتبہ ملنے والا ان کا اسیر ہو کر رہتا۔ ان کے اخلاق عالیہ سے اس قدر متاثر ہوتا۔ کہ ان کی مہمان نوازی ہمیشہ یاد رکھتا۔ مولانا عبدالماجد کی فراغت کے موقعہ پر جامعہ سلفیہ میں تشریف لائے۔ تو خوشی کے آنسو تھمتے نہ تھے۔ اور جامعہ اور

اہل جامعہ کے لیے پرخلوص دعائیں کرتے چلے گئے۔ بھلوال میں خطابت اور دعوت وتبلیغ کے کام سے اس قدر مطمئن اور خوش کہ ملنے والے کو بخوشی اس کا اظہار کرتے۔ لیکن مولانا عبدالماجد کے جدہ جانے پر کبیدہ خاطر ہوئے۔ آخر وقت تک اس فیصلے پر خوش نہ تھے۔ بارہا مجھ سے فرمایا کہ عبدالماجد کے کام سے مطمئن نہیں ہوں۔ اگر وہ مسجد سے وابستہ ہوجائے تو میری مراد پوری ہوجائے۔ اس کا تذکرہ میں نے جدہ میں مولانا عبدالماجد صاحب سے کیا۔ تو فرمانے لگے کہ میں والد کی خواہش کی تکمیل کے لیے کوشاں ہوں۔ جلد ہی یہ مرحلہ آجائے گا۔ (اللہ کرے کہ ان کی وفات کے بعد ہی سہی۔ مولانا عبدالماجد کو اپنے والد کی خواہش کا احترام کرنا چاہیے)

مولانا محمد دین اکابرین جماعت کا بے حد احترام کرتے۔ اپنے اساتذہ کرام کا تذکرہ جس محبت اور احترام سے کرتے کہ رشک آتا۔ ایسی اعلیٰ تربیت یقیناً ان میں بھی اپنے اساتذہ کرام کے اثرات ہونگے۔ اسی طرح مولانا معین الدین لکھوی، میاں فضل حق، پروفیسر ساجد میر اور روپڑی خاندان کے علماء کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی آنکھیں بھیگ جاتیں۔ اور بار بار ان کے لیے دعائیں کرتے۔

آپ بہت عالی ظرف تھے۔ تمام علماء اور خطباء کے ساتھ یکساں سلوک کرتے۔ انہیں انکی شایان شان مہمان نوازی کرتے۔ اور پورے احترام کے ساتھ رخصت کرتے۔ بڑے فراغ دل تھے۔ دیگر مسالک کے لوگوں سے بھی گھل مل کر رہتے۔ اور محبت کا اظہار فرماتے۔

جامعہ سلفیہ کے لیے بڑا نرم گوشہ رکھتے۔ اس کی تعمیر وترقی پر بے حد مسرور ہوتے۔ غائب میں دعائیں کرتے۔ اور خاکسار کی بڑی حوصلہ افزائی کرتے۔ ہمیشہ تحمل، صبر، بردباری کی تلقین کرتے۔ اور ثابت قدمی سے کام جاری رکھنے کا درس دیتے۔ ان کی ناصحانہ گفتگو سے بڑا حوصلہ ملتا۔ بہت جہاندیدہ تھے۔ بڑے لوگوں کے مزاج سے آشنا اور اسی انداز سے سلوک کرتے۔ بہت وضعدار تھے۔ تمام حلقوں میں مقبول تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نماز جنازہ میں تمام طبقوں کی بھرپور نمائندگی موجود تھی۔ ان کی رحلت سے ہم ایک مشفق اور خلوص ومحبت کے پیکر سے محروم ہوئے ہیں۔ اور بے لوث دعاؤں کا سلسلہ منقطع ہوا ہے۔

دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ تمام بشری لغزشوں کو معاف فرمائے۔ انبیاء کرام، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ انجام فرمائے۔ تمام لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین۔